تَفسِیرُ القَاءُ الرَّحمٰن

ترجمہ

تَفسِیرُ اِلہَامُ الرَّحمٰن

چودھویں قسط

یہ لوگ اس مصلحت وحکمت کو جس کی وجہ سے قدس کی طرف رخ کرنے کی اجازت دی گئی ہے سمجھتے ہیں کہ اور مصلحت وحکمت بہت اہم تھی۔ لیکن چونکہ یہ منصف مزاج نہیں ہیں اس لئے ہمیشہ تشویش پھیلاتے رہتے ہیں اس لئے نے فرمایا:

فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ وَاخۡشَوۡنِي تو تم ان سے ڈر نہ کھاؤ اور ہمارا ڈر رکھا کرو اور

وَلِأُتِمَّ نِعۡمَتِي عَلَيۡكُمۡ دوسری غرض یہ کہ ہم نے اپنی نعمت تم پر پوری کی اور تیسری غرض یہ کہ تم قبلے کے بارے میں سیدھے رستے آلگو۔

اور یہ اس طور پر کہ قیام خلافت کی تم کو توفیق بخشی اور اس کے سامان بہم پہنچا دیئے۔ فرمایا

وَلَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُونَ ۱۵۰ تاکہ تم ہدایت پالو

یعنی صحیح طریق مستقیم پالو تو اس وقت جہت قبلہ کی تعین کی حیثیت ایسی ہوگی جو تم میں رسول کی تعین کی حیثیت ہے اس سے بنی اسرائیل کا جواب پورا ہوگیا۔ بنی اسرائیل کہا کرتے تھے کتب مقدسہ میں جب یہ موجود ہے قرآن نازل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن اس ہموار تفصیل، توضیح بلیغ سے یہ امر خوب واضح ہوگیا کہ قرآن کی سخت ضرورت تھی اور دنیا کسی حال میں قرآن سے مستغنی نہیں ہے ان اوراق کو خدا کے اس قول سے ملالو۔

اِنِّي جَاعِلٌ فِي الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔

قرآن اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ خلافت کو پورا کردیوے اس کے ساتھ ہی ساتھ ازالہ شبہ کو بھی شامل کرلو جو لوگوں میں عام طور پر پھیلا ہوا تھا۔

اب ہم قرآن حکیم کی تعلیم کی تفصیل کا ذکر کرتے ہیں جو اقامت خلافت کے لئے نازل ہوئی ہے اور یہ آیت (١٥١) سے لے کر آخر سورۃ کی آیت (٢٨٦) تک ہے اس کو ہم چند ابواب میں تقسیم کرتے ہیں ۔

باب اوّل: تہذیب اخلاق ، یہ آیت (١٥١) سے لے کر آیت (١٦٢) تک ہے ۔

باب دوم: آیت (١٦٣) سے لے کر آیت (١٧٦) تک یہ باب اجتماعیہ اولیہ ہے جو قری و دیہات میں جاری ہوتا ہے ۔

باب سوم: اجتماعیت مدنیت شہریہ میں ہے اور یہ آیت (١٧٧) سے لے کر آیت (٢٥٢) تک ہے ۔

باب چہارم: یہ اجتماعیت امم کے متعلق ہے ۔ اور یہ خلافت کے متعلق ہے یہ آیت (٢٥٣) سے لے کر آیت (٢٨٦) تک ہے ۔

یہ چار ابواب کتاب اللہ کے وہ ہیں جو اثبات حاجت نزول قرآن کے لئے پیش کئے گئے ہیں اور اسی موضوع پر پیش کئے گئے ہیں ۔

باب

تہذیبِ اخلاق

خدا کا فرمان!	قولہ تعالیٰ
مسلمانو! یہ احسان بھی اسی قسم سے ہیں جیسا ہم نے تم ہی میں سے ایک رسول بھیجے جو ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائے اور تمہاری اصلاح کرے اور تم کو کتاب یعنی قرآن اور عقل کی باتیں سکھائے اور تم کو ایسی ایسی باتیں بتائے جو پہلے سے تم کو معلوم نہ تھیں تو تم ہماری یاد میں لگے رہو کہ ہمارے یہاں بھی تمہارا ذکر خیر ہوتا رہے اور ہمارا شکر	كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ١٥١ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ

وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ ۱۵۲ کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔

ہمارے نزدیک اصل انسانی اخلاق یہ ہے کہ انسان حظیرۃ القدس سے اتصال پیدا کرے اور حکمت امام ولی اللہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کا یہ قول اس کا ایک عنوان ہے۔

فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ ہمارا ذکر کرتے رہو کہ ہمارے ہاں بھی تمہارا ذکر خیر ہوتا ہے۔

جب کوئی انسان اپنے رب اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے اور محبت واخلاص سے اس پر ملازمت کرتا ہے تو اس کے قلب میں ایک ہیئت اسمانیہ پیدا ہو جاتی ہے اور یہ ہیئت اپنے پروردگار کو ہمیشہ یاد کرتی رہتی ہے اور اس کا ذکر کیا کرتی ہے پھر یہ ہیئت بالطبع امام نوع کی طرف منتقل ہوتی ہے کیونکہ ہر فرد انسان کا اپنے امام میں ایک خاص مقام رکھتا ہے اور امام کے واسطے سے یہ ہیئت اس تجلی سے جو حظیرۃ قدس میں قائم ہے اتصال پیدا کرتی ہے۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ فرشتے صبح وشام بنی آدم کے اعمال پروردگار عالم کے حضور میں پیش کرتے ہیں فرشتوں کا یہ عمل ہمارے نزدیک اس حقیقت کا عنوان ہے۔

جب اس ہیئت سے خدا راضی اور خوش ہوتا ہے اور اس تجلی میں رضا و خوشی کا رنگ بھر دیتا ہے جب حظیرۃ القدس میں یہ ہیئت پہنچ جاتی ہے اور یہ رضاء خداوندی اور اس رنگ کی تاثیر بندہ عامل پر اس طریقے سے ہوتی ہے جس طریقے سے اس کو وہاں پہنچایا گیا ہے یہی معنی خدا کے بندے کو یاد کرنے کے ہیں۔ اس سے بندہ اپنے نفس میں ایک قسم کا بہت سرور پاتا ہے اور یہی نتیجہ اور ثمرہ ہے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا۔

پھر اعمال کا یہ صعود ونزول جو خلق انسانی کے لئے لازم ہے بڑھ جاتا ہے۔ اس قسم کے آدمی کے قلب میں اجتماعیت انسانیت کی بصیرت پیدا ہوتی ہے اور پھر یہ بصیرۃ اس کے نسمہ میں ثابت اور راسخ ہو جاتی ہے تو اجتماعیت کے اندر وہ ایسی چیزیں محسوس کرنے لگتا ہے جو ٹھیک اس کے مزاج کے موافق ہوا کرتی ہیں۔ اور وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ خدا کی جانب سے ہے اور ایسی چیزیں بھی اس کے نسمے میں ثابت وراسخ ہو جاتی ہیں۔ جو اس کے مزاج کے خلاف ہوتی ہیں تو وہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ خدا کی جانب سے ممنوع ہیں۔

اور وہ عمل جو اس بصیرت کی تکمیل و فہم کے لئے ہے اس کو شکر کہتے ہیں۔ بندہ مدام و ہمیشہ اس بصیرت کے موافق اعمال انجام دیتا ہے۔

اگر وہ کبھی کسی دن اس کے خلاف عمل کرتا ہے جو اس کی بصیرت کے خلاف ہے تو یہ کفر ہے — اور پہلی دو اصول اصول اخلاق کے ہوتے ہیں اور وہ "ذکر" اور "شکر" ہیں۔

اگر کوئی صاحب بصیرۃ ہے اور ایسا ہے جیسا ہم نے ذکر کیا ہے اور وہ اپنے اعمال کو اس کی اساس کے موافق پاتا ہے جس کو وہ سمجھتا ہے تو یقیناً بلا تاخیر و بلا تردید اس جماعت سے ہوگا۔ اور یہ زدیت اور افرادیت جو جماعت میں داخل ہوتی ہے۔ اپنی زدیت کے اعتبار سے کامل و مکمل ہوگی اور زدیت کی حالت سے سو گنا بلکہ اس سے زیادہ کامل و مکمل ہوگی۔ اور اگر خدا سے اس کی نسبت کا تعلق ہے اور وہ نسبت امام کے موافق ہے تو جو کچھ امام اجتماع کو خطیرۃ القدس ملتا ہے اس میں سے اس کی طرف بھی آتا ہے اور اس کی نظر میں یہ ضمنی عطیہ اس کے اعمال کے اعتبار سے کئی گنا ہوتا ہے۔

قرآن حکیم اسی عمل طبعی کی دعوت دیتا ہے اور یہ عین فطرت سلیمہ قومیہ کے اقتضاء کے مطابق ہے۔

اور وہ قوت جو اس کے لطیفہ جو بحث میں ہے اس میں جبر کرتی ہے کہ اسی عمل طبعی کو اختیار کرے اور ایسا شخص اپنے پروردگار کا نام پسند کرتا ہے اور اسی نام سے وہ اس کو یاد کرتا ہے یا یہ کہ کسی دوسرے انسان اپنے پروردگار کا نام سنتا ہے جو اس کی طبیعت کے موافق ہوتا ہے وہ اس کو قبول کرلیتا ہے اور اس نام سے اپنے پروردگار کو پکارتا ہے اور جب وہ نام جس کو اس نے اپنے لئے کیا ہے مقبول ہوتا ہے تو اس کو اس نام سے فرحت و سرور حاصل ہوتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اس نام کو اس سے قبول کرلیتے ہیں اور یہی نام اس کے پروردگار اس کی قوم اور اس کے پیروں میں مقبول ہوجاتا ہے اور اسی نام وہ اپنے پروردگار کو یاد کرتے ہیں۔

پس تعلیم اخلاق الٰہیہ اور ان کی حکمت کی آگاہی وغیرہ انبیاء کرام کا طریقہ ہے اور یہی

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ	تم ہم کو یاد کرتے رہو کہ ہمارے ہاں بھی تمہارا ذکر خیر ہوتا
وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۱۵۲	رہے اور ہمارا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو۔

میں مذکور ہے

قولہٗ تعالیٰ خدا کا زمان

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۱۵۳

مسلمانو! تم کو کسی طرح کی مشکل پیش آئے تو اس کے مقابلہ میں صبر اور نماز سے مدد لو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔

پھر اگر اس انسان کی بصیرت اجتماعیہ کامل ہوتی ہے تو جو طریقہ اس کے نزدیک ثابت ہوتا ہے وہ خطیرۃ القدس کی مرضی کے موافق ہوتا ہے اب خواہ وہ اس کی اپنی تحقیق ہو جیسا کہ کامل شخص کی ہوتی ہے خواہ امام خطیرۃ القدس کی تقلید کرتا ہے اس کے لئے یہی طریقہ ہے، انشراح صدر کا، اور اس پر چلنا اس کیلئے واجب و لازم ہوتا ہے اور یہی طریقہ رضامندی خطیرۃ القدس کا باعث ہوتا ہے

قولهٗ تعالیٰ

خدا کا فرمان!

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۱۵۴

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو مرا ہوا نہ کہنا بلکہ زندہ ہیں مگر ان کی زندگی کی حقیقت تم نہیں سمجھتے۔

جب کوئی جماعت یا کوئی فرد اور شخص اس طریقہ پر چلنے لگتا ہے تو یہاں ایک جماعت ایسی بھی ہوتی ہے اور ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے کہ چلنے والی جماعت یا شخص کے خلاف کھڑی ہو جائے ایسے وقت استقامت اور ثابت قدمی دکھانا یہ خلق ثالث ہے۔ بسا اوقات یہ ثابت قدمی اور استقامت اس کے قتل کی طرف مفضی ہو جاتی ہے تو اگر وہ اس راہ میں قتل کر دیا گیا تو اس نے اپنی حیات و زندگی کو کامل و اکمل بنا دیا کسی طرح اس کے حق میں یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ وہ مر گیا۔ کیونکہ اس حالت میں اس کی موت عین حیات اور زندگی ہے اور یہ موت و حیات برابر ہے اور یہ نتیجہ اس کے صبر کا ہے یعنی خلق ثالث کا یہ نتیجہ ہے جو استقامت اور ثابت قدمی سے اسے حاصل ہوا ہے۔

اسی زندگی کو عامۃ الناس نہیں سمجھ سکتے اس لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

لیکن تم اس کی حقیقت نہیں سمجھتے۔

جب کوئی انسان یہ استطاعت و قدرت رکھتا ہے کہ اپنا مقام خطیرۃ القدس میں اس طریقے سے بنا لیوے جو ہم نے بیان کیا ہے تو اس کی حیات و زندگی دائمی ہو جاتی ہے اگر انسان یہ حیات و زندگی حاصل نہیں کر سکا تو اس کی زندگی حیوانات کی زندگی ہے بلکہ اس سے بھی ادنیٰ اور کمتر۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ١٥٥

اور البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جان اور پیداوار کی کمی سے آزمائیں گے ۔ اسے پیغمبر! صبر کرنے والوں کو خوشنودی خدا اور کشائش کی خوشخبری سنادو ۔

جو مصائب و مشکلات سالکین طریقۂ مرضیہ ملاء اعلیٰ میں پیش آتی ہیں ۲ دو قسم کی ہیں ۔ اول یہ کہ یہ مصیبت عظیمہ فوری ہوتی ہے ۔ مثلاً موت تو اس مصیبت میں صبر کرنے والے کے متعلق قانون قرآن یہ کہتا ہے کہ اس کو مردہ نہ کہا جائے بلکہ وہ زندہ ہے اور اس کی زندگی ہمارے شعور و حساس سے باہر ہے

تنبیہ

انسانی ذہن میں حظیرۃ القدس سے تعلق کی بہت سی قسمیں ہیں ۔

اول ع :۔ یہ کہ حظیرۃ القدس سے ایسی محبت ہو کہ اس کے سوا ہر شئی کو وہ بھلادے ۔ متاخرین کی زبان میں اسے عشق کہتے ہیں ۔ جیسا کہ حافظ شیرازی نے کہا ہے ۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

دوم یہ کہ چھوٹی چھوٹی مصیبتیں اس پر آتی ہیں لیکن متواتر اور پے در پے آتی رہتی ہیں مثلاً خوف اور جوع یعنی بھوک وغیرہ جو اسی آیت میں مذکور ہے ۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ

اور البتہ ہم تمہارا امتحان تھوڑے سے خوف اور بھوک اور مال و جان کے نقصان سے کریں گے ۔

خوف خارج سے بوجہ قوۃ اعداء اور ضعف خائف کے ہوتا ہے اور جوع (بھوک) اشیاء ضروریہ کی قلت داخلی سے ہوتی ہے اور اس کو داخلی نقصان کہیں گے جیسا کہ خوف بھی داخلی نقص کے سبب سے لاحق ہوتا ہے کیونکہ خوف اور جوع دونوں قسم کے نقص کو شامل ہے (۱)

لہ خوف خارج سے عارض ہوتا ہے کہ دشمن ڈراتے ہیں تو خوف کا سبب خارجی ہے اور قوت اعداء اور اسی قوت کے مثل اس کے پاس نہ ہوتا ہے اور جوع نقص ضروریات تو ام انسان کے لئے داخل نہیں ہوتا ہے تو جوع کا سبب داخلی ہے پس خوف اور جوع نقص خارجی اور داخلی دونوں کو شامل ہے ۔ (ابوسعید سندھی)

پھر وہ راس المال جس کے ذریعہ وہ اجتماع پر عمل کرتا ہے وہ مرکب ہوتا ہے آدمیوں اور مال سے اور اس کو لوگ عمل سے اندازہ لگاتے ہیں اور وہ زبانی ثمرات ہے بوجہ آدمیوں کی کثرت اور مال کی فراوانی سے، جب آدمیوں اور مال کا نقص ہو کہ یہی اجتماعات میں انسان کا راس المال ہے۔ تو عمل سے جن ثمرات کی امید ہوتی وہ مرتب نہ ہوئے تو یہ بھی ایک مصیبت ہے اور اسی کی طرف خدا کا یہ قول اشارہ کرتا ہے۔

وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط — اور مال کے کچھ نقصان اور جان کے اور زمین کی پیداوار سے کریں گے۔

جب یہ چھوٹی چھوٹی مصیبتیں دائمی بن جاتی ہیں تو ان کا دوام و ہمیشگی ایک مصیبت عظیمہ بن جاتی ہے۔ جب ان مصائب میں مبتلا ہونے والا اس میں فائز ہو جاتا ہے اور اس طریق پر چلتا رہتا ہے جس پر وہ جا رہا تھا اور مصائب و مشکلات کی پروا نہیں کرتا تو اس کو "صابر" کہتے ہیں۔ اس کا درجہ مقتول فی سبیل اللہ کا درجہ ہے اور اسی وجہ سے خدا فرماتا ہے۔

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۱۵۵ — اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادو۔

تو یہ طریقہ مرضیہ جو حظیرۃ القدس میں ہے اس پر استقامت و ثابت قدمی اور تمام مصائب وقتیہ دائمیہ کو برداشت کرنا یہی صبر ہے۔

جبکہ مطلوبہ جماعت کے طریقہ مرضیہ پر چل رہا ہے اور اس کو اس کی بشارت و خوشخبری بھی سنادی گئی ہے تو جماعت کے بعض افراد کی موت باقی لوگوں کو میراور آگے بڑھنے سے نہیں روک سکتی کہ ان کو عمل و کار سے بیکار کر دے جب یہ لوگ اس طریقہ مرضیہ پر چل رہے ہیں اور اپنے عمل میں پیش قدمی کر رہے ہیں تو ان کو کہا جائے گا یہی لوگ صبر کرنے والے ہیں اور اسی لئے خدا نے آگاہ فرمایا ہے اور مسلمانوں کو باخبر کیا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ — اور محمد ایک رسول ہی ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو گزرے ہیں تو اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم پچھلے پاؤں لوٹ جاؤ گے؟ *

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت بھی ان کو عمل و پیش قدمی روک نہیں سکی تو پھر بعض افراد کی موت کس طرح روک سکتی ہے؟

قولہ تعالی — خدا کا فرمان!

اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۱۵۶
یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو بول اٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

یعنی جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ عمل سے رکتے نہیں بلکہ کہتے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ
ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

یہ کہہ کر وہ چل کھڑے ہوتے ہیں اور بڑھے چلے جاتے ہیں کیونکہ یہ لوگ جانتے ہیں اس عمل کے لئے وہ مامور ہیں یہ لوگ اپنی موت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہتے ہیں اگرچہ ان کو اپنے اعمال اجر و ثواب نظر نہیں آتا نہ امید ہوتے ہیں ان کے اعمال طریقہ مرضیہ کے موافق ہوتے ہیں اور اعمال کے ثمرات "حظیرة القدس" میں محفوظ جانتے ہیں جب یہ لوگ ایسے کرتے ہیں تو ان پر یہ قول صادق آتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۱۵۷
یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی عنایت و رحمت ہے اور یہی راہ راست پر ہیں۔

خدا کی رحمت یوں تو اپنی مخلوق تک پہنچ رہی ہے لیکن وہ رحمت جو خاص انسانوں اور خاص بندوں کے لئے مخصوص اس کا نام "الصلاۃ" ہے کیونکہ "صلاۃ" تجلی اعظم کے ذریعہ خدا سے اتصال حاصل کرتا ہے پس کلمہ "الصلاۃ" یا تو اتصال سے مشتق ہے۔ یا "صلی النار" سے مشتق ہے کہ آگ ایندھن کو کھالیتی ہے اور اس کو فنا کر دیتی ہے اور ایندھن کو دوسری نوع دوسری قسم میں تبدیل کر دیتی ہے یعنی اسے راکھ بنا کر رکھ دیتی ہے۔ یہی حال اتصال باللہ اور اتصال تجلی اعظم کا ہے۔ انسان کی دنیوی زندگی کو دوسری جنس سے تبدیل کر دیتا ہے اور راکھ کی مثل کر دیتا ہے جس کو متاخرین علماء "فنا" سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ انسان کے لئے ایک خاص رحمت ہے تو یہ لوگ "الصابرون" یعنی صبر کرنے والے ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ تو یہ لوگ مختلف قسم کی رحمت پائیں گے اور انہیں کے متعلق خدا نے فرمایا ہے۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ
یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی عنایت و رحمت ہے۔

اور بعض احادیث کے اندر مروی ہے کہ اہل جنت کو آٹھ دروازوں سے پکارا جائے گا اس میں اشارہ

ہے کہ یہ لوگ ایسی رحمت پائیں گے جو تمام مخلوقات کو ملے گی اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ   اور یہی لوگ راہ راست پر ہیں ۔

یعنی یہ لوگ اپنی فطرت پر قائم اور ثابت ہیں جیساکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى (۱)   تم اپنے رب اعلیٰ کی تسبیح پڑھا کرو جس نے جہاں کو

اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی (۲)   پیدا کیا پھر ہموار کیا اور وہی ہے جس نے مقدر فرمایا پھر

وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی (۳)   ہدایت فرمائی ۔

اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کی حکمتیں پیدا کیں اور ہر حکمت کو کسی نہ کسی حکمت مصلحت کے ساتھ مخصوص کر دیا اس کی صورت و مادہ ٹھیک بنایا تاکہ مختلف معانی اور مطالب ان سے پورے کئے جائیں اس کے بعد ایسے اسباب پیدا کئے جن کے ذریعے مخلوق کی ہر نوع اپنے مطابق و مناسب فائدہ اٹھائے اور جس کے لئے خدا نے اس کو پیدا کیا ہے اس کی ہدایت و راہبری پائے ۔ور یہ ممکن نہیں کہ جس مقصد کے لئے جس کو پیدا کیا ہے اس کے خلاف ہو بلکہ یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ اپنے دائرہ سے علیحدہ ہو اور اس سے وہ چیز پوری ہوتی ہے جس کا خدا نے مقصد و ارادہ کیا ہے ۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ   اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں

یہ وہی لوگ ہیں کہ انسان اور انسانیت کو جس غرض سے خدا نے پیدا کیا ہے اس کی تکمیل ہو جائے ۔

اس سے تین ۳ اصول اخلاقیہ قرآنیہ پورے ہوئے اور خلق رابع کو بعد کی آیت میں بیان کیا اور اسی خلق رابع کو حکمت امام ولی اللہؒ میں تعظیم شعائر اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے ۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ   صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہے

اور شعائر اللہ کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے نوع انسان کو پیدا کیا ۔ اس کی خلقت کو ہموار اور درست کیا پھر اس کو اس کی ہدایت فرمائی کہ وہ اس مقصود کی تکمیل کرے جس کے لئے خدا نے اس کو پیدا کیا ہے ۔ بواسطہ خلفاء خطیرۃ القدس اور بواسطہ ان لوگوں کے جو ان کے قائم مقام ہیں ۔ پیدا کی ہیں اور انسان کی تخلیق اسی لئے ہوتی ہے کہ انسان اس مقام کو حاصل کرے جو خطیرۃ القدس میں اس کے لئے متعین و مقرر کیا گیا ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے آدمی پیدا کئے جن کے ذریعہ وہ اس کے اسباب بتائیں اور وہ ان اسباب کو حاصل کرے اور یہی لوگ طریق خطیرۃ القدس کے معلم ہیں اور یہی لوگ اپنے اعمال کی رُو سے تجلی رحمان کے لئے

بمنزلہ عرش ہیں تو یہ جماعت بھی شعائر الٰہیہ ہے جو شخص اس جماعت کے ساتھ رہتا ہے اور ایک مدت تک ان کی صحبت میں گزارتا ہے تو اس کا شعور بیدار ہوتا ہے اور اس کے عواطف تربیت پذیر ہوتے ہیں۔

اسی طرح جس طرح برسات سے نباتات زندہ اور تربیت و پرورش پاتی ہیں۔ یہ لوگ اپنی طبائع کی رُو سے اپنا ایک مرکز قائم کرتے ہیں تاکہ اپنی تعلیم کی اشاعت کی جائے۔ تعلیم کو رواج دیا جائے تو یہ مرکز بھی شعائر الٰہیہ ہے۔ اور جب یہ لوگ اپنی تعلیمات کو تحریر و تدوین کے ذریعے قلمبند کریں تاکہ ان کی ہدایت و راہ نمائی ہمیشہ باقی رہے اور حاضر سے غائب تک پہنچ جائے تو ان مکتوبات اور تحریر کو شعائر اللہ کہیں گے۔

اس کی مثال سمجھ لیجئے۔ ایک آدمی اس لئے کھڑا ہوتا ہے کہ ملاء اعلیٰ کی تعلیمات کو لوگوں میں عام اور شائع کرے اس کا نام رسول اللہؐ یعنی اللہ کا رسول کہا جائے گا اور جب یہ تعلیمات تحریر میں آجائے اور لکھی جائے تو اس کو کتاب اللہ کہیں گے اور وہ مکان جس کو اس رسول نے اس کتاب کی تعلیمات کے لئے اختیار کیا ہے وہ بیت اللہ ہے۔

پھر یہ تینوں کے تینوں شعائر اللہ ہیں اور وہ ہیئت جو اس تعلیم کے ذریعہ بواسطہ رسول اس مکان کے اندر حاصل ہوئی، اس کو "صلاۃ" یعنی نماز کہیں گے۔ پس یہ "صلاۃ" نماز جو اس تعلیم کے ذریعہ، تعلیم کے مطابق کی جائے "شعائر اللہ" ہے کیونکہ اس کی تعلیم کا اصل مقصد بھی یہی ہے۔

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں ایک مفصل باب شعائر اللہ کا بیان کیا ہے اس جیسا باب ہم نے فقہاء اور حکماء اسلام میں کسی کو نہیں پایا جیسا کہ امام ولی اللہ نے لکھا ہے۔

اور مقصود یہ ہے کہ ہمارے نزدیک شعائر اللہ کی تعظیم اور اخلاق ربانیہ الٰہیہ کی عظمت یہ جو تعلق ہے اور یہ گھر جو حضرت ابراہیمؑ نے حنیفیہ کی تعلیم کے لئے تعمیر کیا ہے شعائر اللہ میں سے ہے۔ اس کے قریب دو پہاڑیاں صفا اور مروہ ہیں ان کی عظمت و جلالت بھی بہت قدیم ہے جس کا تاریخ بیت اللہ میں انکار نہیں کیا جا سکتا۔

مروہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور وہ مقام ہے جس کو عمرہ میں منحر یعنی ذبیحہ ذبح کرنے کا مقام قرار دیا۔ جس کو آج ہم حج کہتے ہیں۔ وہ منحر مروہ ہے۔ اور یہ مؤطا امام مالکؒ میں مروی اور ثابت ہے تو یہ مروہ بھی شعاء اللہ میں سے ہے۔

لیکن صفا کیا ہے۔ اس پر کیا گذری ہے اس کی تاریخ ہمارے پاس نہیں ہے غالب گمان یہ ہے کہ

صفا کی تاریخی عظمت یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اس پر کھڑے ہو کر لوگوں کو حج کی دعوت دی تھی یعنی حنیفیت کی کی تعلیم دی تھی۔ یہ اس کی تاریخی عظمت ہے اسی طرح ہم اپنے پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ میں ایک واقعہ پاتے ہیں اور وہ واقعہ یہ ہے کہ جب

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ — تم اپنے قریب ترین قبیلے کو ڈراو۔

نازل ہوئی تو آپ صفا پر کھڑے ہوگئے اور اپنے قبیلے کو پکارا کہ اے بنی عبدالمطلب! اے بنی عبد مناف الخ تو ابولہب کھڑا ہوگیا اور آپ کو جھٹلایا آپ کی تکذیب کی آپ سے معارضہ اور مقابلہ کیا یہ واقعہ آپ کی دعوت اور آپ کی تکذیب دعوت قرآن میں خاص درجہ اور خاص اہمیت رکھتا ہے۔

نیز آپ کا انذار آپ کا ڈرانا، آپ کا اس مقام پر قیام کرنا تاریخ میں محفوظ ہے آپ نے اس پہاڑی کی طرف اشارہ جو صفا کے مقابلہ میں ہے۔ اور فرمایا:

لو اخبرتكم ان خيلا بالوادی	اگر میں تم کو خبر دوں کہ اس وادی کے پیچھے چند سوار ایسے
تريد ان تغير عليكم اكنتم مصدقی؟	ہیں جو تم پر حملہ کرنا چاہتے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟ لوگوں نے
قالوا نعم ما جربنا عليك الا خيرا	جواب دیا ہاں ہمارا تجربہ تمہاری نسبت یہی ہے کہ آپ
الا ابو لهب فقال لهم انی نذير	ہماری خیر اور بھلائی چاہتے ہیں مگر ابولہب نے اس سے انکار
لكم بين يدی عذاب	کیا۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں سخت ترین عذاب سے ڈرانا
شديد۔	چاہتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جیش فتح مکہ کے وقت اسی وادی سے داخل ہوا تھا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد و ارادہ تھا اس وقت جبکہ آپ نے فرمایا تھا۔

اِنِّیْ لَكُمْ نَذِيْرٌ لَكُمْ بَيْنَ	میں سخت ترین عذاب سے جو بالکل سامنے آگیا ہے
يَدَیْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ	ڈرانے والا ہوں۔

وہ لوگ جو آپؐ کو جھٹلاتے تھے آپ کی تکذیب کرتے تھے اس دن تمام کے تمام اسلام لے آئے۔ آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس وقت آپؐ صفا پر اسی جگہ کھڑے تھے جو اس دن ابتداء وحی کے وقت کھڑے تھے۔ اور وہ دعا جو ہم صفا پر کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں جس کی تعلیم ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے وہ یہ ہے۔

الحمد للہ الذی انجز وعدہ و نصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہ ۔ الحمدللہ کہ جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور سارے لشکروں کو اس نے تنہا شکست دی

تو درحقیقت اس وعدہ کا یہ تذکرہ ہے ۔

اگر کوئی صاحب فکر غور و تدبر کرے اور اس واقعہ پر بصیرت کی نگاہ ڈالے تو یہ ایک ہی واقعہ ایک واضح اور کھلی دلیل اس امر کی ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بالکل صحیح اور حق ہے کیا کوئی آدمی یہ طاقت رکھتا ہے کہ اپنے حیلوں اپنی قوت عقلیہ سے ایسا کر دکھائے جس کیفیت کے ساتھ لوگوں کو وعدہ کیا تھا جس کیفیت سے ان کو ڈرایا تھا ۔ بیس سال کے بعد اسی کیفیت سے پورا ہو ؟ کوئی بھی قدرت نہیں رکھتا اور ابداً قدرت نہیں رکھتا[۱] جب تک کہ یہ امر خداوندی نہ ہو اور یہ فعل و کردار الٰہی نہ ہو جو اپنے بندے کی زبان اور ہاتھ سے ظاہر ہوا ۔ اور اس واقعہ کے ساتھ صفا کو خاص خصوصیت حاصل ہے اور ہمارا خیال یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعوت حج بھی اسی مقام پر بلند ہوئی تھی خدا نے حکم دیا تھا کہ اذن فی الناس لوگوں کو حج کے لئے پکارو ۔ جس کی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تکمیل ہوئی اور اسی وجہ سے تم صفا اور مروہ میں ایک زبردست طاقت پاتے ہو اور ان ہر دو پہاڑیوں کو بیت اللہ سے ایک خاص خصوصیت ہے اور یہی معنی ہیں ۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ — بے شک صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہے

قولہ تعالیٰ — خدا کا فرمان !

فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ — تو جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر ان

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ — دونوں کے درمیان کے پھیرے کرنے میں کوئی گناہ نہیں ،

بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا — اور جو شخص خوش دلی سے نیک کام کرے تو اللہ قدردان

فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ۱۵۸ — اور اس کی نیت کو خوب جانتا ہے ۔

صابی لوگوں نے اپنے اصنام اور بتوں کے لئے صفاء کو شعار بنایا تھا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کو کرنے کو بعض نے ممنوع قرار دیا ہے اور اسی شبہ کی بنا پر ممنوع قرار دیا ہے کہ اس سے صابیوں کے

---

[۱] کوئی بھی ان حالات میں ایسی قدرت نہیں رکھتا جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دکھایا ۔

ابوسعید سندھی

نعل سے شبہ ہوا ہے ۔ یہ صابئہ کا فعل تھا ۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کو دور فرمایا کہ صابئہ کا فعل ایک عارضی چیز تھا اور یہ زائل ہوگیا ۔ اور صفا اور مروہ کا حنیفیت میں ایک مخصوص مقام ہے تو جو اس کا طواف کرنا چاہے، کوئی حرج نہیں، اور یہ حکم اس معنی رو سے ہے بیان کیئے گئے ہیں ۔ وگرنہ معنی تو یہیں کہ حج وعمرہ کرنے والے کے لئے یہ طواف واجب وفرض ہے ۔ اگر ایسا نہیں ہے تو قدرلکے اس قول کے کیا معنی ؟

وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا لا	اور جو شخص خوشدلی سے نیک کام کرے تو اللہ
فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ۱۵۸	تعالیٰ اس کی نیت کو خوب جانتا ہے ۔

جب سعی اور طواف ان دو کے درمیان مباح ہے ۔ تو اس آیت کے کیا معنی کریں گے ۔ اس کے معنی اس وقت درست ہوں گے جبکہ سعی کو فرض قرار دیں ۔ اگرچہ وہ ایک دفعہ ہوا س کی وضاحت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے جو ان سے مروی اور مشہور ہے ۔

(جاری ہے)

بقیہ: صفحہ ۳۱ سے آگے

"عبداللہ بن ردمی ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں، ان سے ان کے لڑکے عمر نے اور انہوں نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے ۔ عمر بن عبداللہ ردمی نے محمد بن اسحٰق بن ابراہیم کے نسخہ سے روایت کی ہے"[۱]

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کا ایک نسخہ مروان بن حکم نے امارت مدینہ کے زمانہ میں تیار کرایا تھا اس کے کاتب ابوالزعزعہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مروان نے حضرت ابوہریرہ کو بلا بھیجا جب وہ آئے تو مجھے پس پردہ بٹھا کر ان سے احادیث کے بارے میں سوال کرتا رہا اور میں ان کے جوابات لکھتا رہا اس طرح میں نے بہت سی حدیثیں لکھیں ۔ ایک سال کے بعد مروان نے حضرت ابوہریرہؓ کو پھر بلایا اور پھر مجھے پس پردہ بٹھا کر ان حدیثوں کے بارے میں ان سے سوال کرتا رہا وہ جواب دیتے رہے اور میں اپنی کتاب میں دیکھتا رہا تو دونوں مرتبہ بیان کی ہوئی حدیثوں میں کوئی فرق نہیں تھا[۲]

---

[۱] الثقات ابن حبان ج ۵ ص ۵۲ [۲] کتاب الکنی، بخاری